4824CH01

1 کیسے، کب اور کہاں

تاریخیں (Dates) کتنی اہم ہیں؟

ایک وقت تھا کہ مؤرخین پر تاریخوں کا جادو چھایا ہوا تھا۔ لوگوں کے درمیان بحثیں ہوا کرتی تھیں کہ حکمرانوں کی تاج پوشی کب ہوئی یا جنگیں کن تاریخوں میں لڑی گئیں؟ عوامی زبان میں تاریخ (History) کا علم تاریخوں ہی کا مترادف تھا۔ آپ نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ ''تاریخ انتہائی اکتا دینے والا علم ہے تاریخ صرف تاریخوں کے یاد کر لینے کا نام ہے۔'' کیا ایسا سوچنا مناسب ہے؟

تاریخ کا علم یقیناً زمانے کے ساتھ ساتھ ہونے والی تبدیلیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ چیزیں ماضی میں کیسی تھیں اور ان میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ گزرے ہوئے زمانے کا جب ہم موجودہ حالات سے موازنہ کرتے ہیں تو ہماری زبان پر ''پہلے'' اور ''بعد'' کے الفاظ آ جاتے ہیں۔

شکل 1- برہمن اپنے شاستروں کو برطانیہ کے ایجنٹوں کے حوالے کرتے ہوئے، جیمس رینل کے ذریعے *1782* میں بنائے گئے ہندوستان کے نقشے کا سرنامہ

رابرٹ کلائیو نے رینل کو ہندوستان کا نقشہ بنانے کے لیے کہا تھا جس پر اس نے ہندوستان پر برطانیہ کے فاتح ہونے کی پرجوش حمایت کے جذبہ کے ساتھ عمل کیا۔ رینل سامراج کے استحکام کے لیے اسے ضروری سمجھتا تھا۔ تصویر بالا یہ بتاتی ہے کہ اپنی مقدس کتابوں کو بخوشی برطانوی حکومت کے حوالے کرنے کا مطلب یہ تھا کہ برطانیہ ہی ہندوستانی ثقافت کا محافظ ہے۔

روزمرہ کی زندگی میں ہم اپنے اطراف کے بارے میں کوئی تاریخی سوال نہیں کرتے۔ ہم انھیں جوں کا توں قبول کر لیتے ہیں گویا جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں ہمیشہ سے دنیا میں ایسے ہی موجود رہا ہو۔ لیکن حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ہم اچانک ایسے سوالات کر بیٹھتے ہیں جو واقعتاً تاریخ سے متعلق ہوتے ہیں۔ سڑک کے کنارے چائے خانے میں کسی

سرگرمی

شکل 1 کو غور سے دیکھیے اور ایک پیراگراف اس بابت لکھیے کہ تصویر شاہی مزاج کو کس طرح نمایاں کرتی ہے۔

not to be republished

شخص کو چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے دیکھ کر آپ کے ذہن میں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ لوگوں نے کب سے چائے یا کافی پینی شروع کی؟ سفر میں ٹرین کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے آپ خود یہ سوال کر سکتے ہیں کہ ریلیں کب بنائی گئیں اور ریل کی ایجاد سے پہلے لوگ دور دراز کا سفر کیسے کرتے تھے؟ صبح کے وقت اخبار پڑھتے ہوئے یہ سوال آپ کے ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے کہ اخبارات کے جاری ہونے سے پہلے لوگوں کے لیے چیزوں کے بارے میں جاننے کا ذریعہ کیا تھا۔

ایسے تمام تاریخی سوالات وقت کے تعین کا اشارہ دیتے ہیں لیکن وقت کا تعین کسی مخصوص سال اور مہینے سے نہیں کیا جا سکتا۔ کسی زمانے میں ہونے والے واقعات کی تاریخوں کا تعین کر دینا کبھی کبھی غلط بھی ہوتا ہے۔ ہندوستان میں لوگوں نے اچانک چائے پینی شروع نہیں کی۔ اس کا ذوق پیدا کرنے میں طویل وقت لگا۔ اس کی کوئی تاریخ متعین نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح ہم ہندوستان پر برطانیہ کے تسلط قائم کرنے کی ایک متعین تاریخ نہیں دے سکتے یا ہندوستان کی قومی تحریک یا یہاں کی معیشت اور سماج میں جو تغیرات واقع ہوئے ہیں ان کی کوئی تاریخ متعین نہیں کر سکتے۔ یہ تبدیلیاں ایک طویل عرصہ میں واقع ہوتی ہیں۔ ہم اس کے لیے ایک دور مخصوص کر سکتے ہیں یعنی وقت کا ایک اندازہ جس میں مخصوص تبدیلیاں سامنے آئیں۔

پھر ہم تاریخ کے علم کو متعینہ تاریخوں سے کیوں وابستہ کرتے رہتے ہیں؟ یقیناً اس کا ایک سبب ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ تاریخ صرف جنگوں اور اہم واقعات کے مسلسل بیان کا نام تھا۔ اس میں حکمرانوں اور ان کی پالیسیوں کا ذکر ہوا کرتا تھا، مؤرخین بس یہ لکھ دیتے تھے کہ کس بادشاہ کی کس سنہ میں تاج پوشی ہوئی، کس سنہ میں اس کی شادی ہوئی، کس سنہ میں وہ صاحبِ اولاد ہوا، کس سنہ میں اس نے کوئی خاص جنگ لڑی، کس سنہ میں اس کا انتقال ہوا اور کس سنہ میں اس کا جانشین تخت پر بیٹھا۔ ایسے واقعات کی یقینی تاریخیں دی جاسکتی ہیں اور تاریخ کے علم میں ایسی ہی متعینہ تاریخوں پر بحث و مباحثہ کو اہمیت حاصل رہی ہے۔

جیسا کہ گذشتہ دو سال کی تاریخ کی نصابی کتابوں میں آپ نے دیکھا کہ مؤرخین ان تاریخ کے دوسرے بہت سے مسائل اور سوالات پر بھی لکھ رہے ہیں۔ ان باتوں سے ہمیں

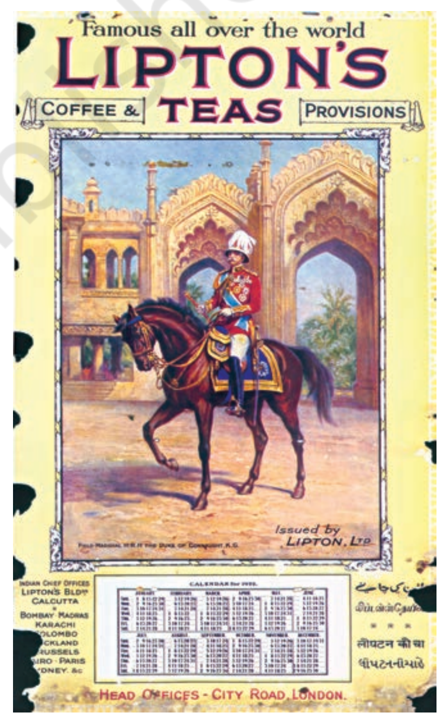

شکل 2 - اشتہارات سے نئی چیزوں کا ذوق کیسے پیدا کیا جاتا تھا۔

لپٹن چائے کا 1922 کا یہ اشتہار بتاتا ہے کہ پوری دنیا میں اس کی اجارہ داری ہوگئی تھی۔ تصویر کے پسِ منظر میں ایک ہندوستانی محل کی پرانی دیوار ہے جب کہ سامنے ملکہ وکٹوریہ کا تیسرا بیٹا شہزادہ آرتھر جسے ڈیوک آف کناٹ کا خطاب ملا تھا، گھوڑے پر سوار ہے۔

© NCERT not to be republished

معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا ذریعۂ معاش کیا تھا، وہ کن اشیا کی کاشت کرتے تھے اور ان کی خوراک کیا تھی، ان کے شہر کیسے وسیع ہوتے تھے اور ان کی تجارت گاہوں میں ترقی کیسے ہوتی تھی، حکومت کیسے بنتی اور نئے خیالات لوگوں میں کیسے فروغ پاتے تھے، تہذیبوں اور معاشروں میں تبدیلیاں کیسے رونما ہوتی تھیں۔

کون سی تاریخیں؟

متعینہ تاریخوں کی اہمیت کا معیار کیا ہو؟ جن تاریخوں کے گرد ہم گذشتہ تاریخ کا تانا بانا بُنتے ہیں بجائے خود ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ ان میں زندگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہم مخصوص واقعات کے کسی مجموعے کو اہمیت دیتے ہیں۔ اگر ان واقعات کے مطالعے سے ہماری توجہ ہٹ جائے اور ہم دوسرے مسائل کو اہمیت دینے لگیں تو نئی تاریخوں کا ایک نیا مجموعہ اہمیت حاصل کر لیتا ہے۔

ایک مثال لیجیے۔ ہندوستان میں برطانوی مؤرخین کی لکھی ہوئی تواریخ میں ہر گورنر کی بڑی اہمیت تھی۔ ان تاریخوں کی ابتدا پہلے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے عہدِ حکومت سے ہوا کرتی ہے اور اختتام آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن پر ہوتا ہے۔ الگ الگ ابواب میں ہم دوسرے گورنر جنرلوں— ہیسٹنگز، ولزلی، بنٹنک، ڈلہوزی، کیننگ، لارنس، لٹن، رِپن، کرزن، ہارڈِنگ اور اِروِن کا تذکرہ پڑھتے ہیں۔ بظاہر یہ گورنر جنرل اور وائسرائے وغیرہ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ تاریخ کی ان تمام کتابوں میں تاریخیں (Dates) انھیں کی شخصیات، انھیں کے کارناموں اور انھیں کی کامیابیوں سے متعلق ہوتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے علم کے لیے ان کی زندگیوں کے سوا اور کوئی شے اہمیت نہیں رکھتی اور ان کی زندگی کے ترتیب وار واقعات ہی برطانوی ہندوستان کی تاریخ کے مختلف ابواب کی نشان دہی کرتے ہیں۔

کیا اس دور کی تاریخ ہم دوسرے طریقے سے مرتب نہیں کر سکتے؟ گورنر جنرلوں کے اس سلسلے میں ہم ہندوستانی سماج کے مختلف طبقات اور گروہوں کے کردار کو کیسے نمایاں کر سکتے ہیں؟

جب ہم کوئی تاریخ یا کہانی لکھتے ہیں تو اسے ابواب میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ ایسا ہم

شکل 3- وارن ہیسٹنگز 1773 میں ہندوستان کا پہلا گورنر جنرل مقرر ہوا۔
تاریخ کی کتابیں گورنر جنرلوں کے کارنامے بیان کرتی ہیں۔ سوانح نگاری میں ان کی شخصیت کو نمایاں کیا گیا ہے اور پینٹنگ ان کی طاقت کا مظہر ہیں۔

سرگرمی

اپنی والدہ یا گھر کے کسی دوسرے فرد کا ان کی زندگی کے بارے میں جاننے کے لیے انٹرویو لیجیے۔ ان کی زندگی کو مختلف ادوار میں تقسیم کیجیے اور ہر دور کے خاص واقعات کی فہرست بنائیے۔ اپنے ادوار کی تقسیم کی وجہ بھی بیان کیجیے۔

© NCERT not to be republished

کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ بیان کیے گئے واقعات تسلسل اور بامعنی صورت اختیار کریں اور سمجھ میں آئیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہم ان واقعات کو نمایاں کرتے ہیں جن سے ہماری کہانی ایک خاص صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس تاریخ سے جو برطانوی گورنر جنرلوں کے گرد گھومتی ہے ہندوستانیوں کی سرگرمیاں بالکل مشابہت نہیں رکھتیں۔ اس تاریخ میں ہندوستانیوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ پھر ہم کیا کریں؟ یقیناً اپنی تاریخ کے لیے ہمیں دوسرا اندازِ بیان اختیار کرنا پڑے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پرانی تاریخوں کی اس طرزِ تحریر میں وہ اہمیت نہیں جو پہلے تھی۔ اب تاریخوں کا نیا مجموعہ جس کو ہمیں جاننا چاہیے، اہمیت کا حامل ہوگا۔

عہد کی تقسیم کیسے کریں؟

1817ء میں اسکاٹ لینڈ کے ایک ماہر معاشیات اور سیاسی فلسفی جیمز مل (James Mill) نے 'اے ہسٹری آف برٹش انڈیا' نامی تین ضخیم جلدوں میں ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب میں اس نے ہندوستان کی تاریخ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہندو، مسلم اور برطانوی۔ ادوار کی یہ تقسیم عام طور سے تسلیم بھی کر لی گئی۔ ہندوستان کی تاریخ کو اس نقطۂ نظر سے دیکھنے میں کیا آپ کے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا؟

ہم تاریخ کو مختلف ادوار میں تقسیم کیوں کرتے ہیں؟ ہم ایسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ ہر دور کی خصوصیات پر جیسا کہ وہ اپنی مرکزی اہمیت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں، قابو پاسکیں۔ ادوار کی تقسیم اسی لیے ناگزیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جن اصطلاحوں کی بنیاد پر ہم ادوار کی تقسیم کرتے یعنی ایک دور کو دوسرے دور سے مختلف بتاتے ہیں وہ خاص اہمیت کی حامل ہو جاتی ہیں۔ وہ ماضی کے بارے میں ہماری فکر کی عکاسی کرتی ہیں۔ ان سے ہمیں ایک دور سے دوسرے دور کی خصوصیات میں تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔

مِل کا خیال تھا کہ تہذیبی اعتبار سے پورا ایشیائی سماج یوروپین سماج کے مقابلے میں پچھڑا ہوا ہے۔ اس کی تاریخ میں انگریزوں کی آمد سے پہلے ہندوستان میں ہندو اور مسلم حکمرانوں کی استبدادی حکومتیں قائم تھیں۔ سماج میں مذہبی عدم رواداری، ذات پات کی لعنت اور توہمات کا دور دورہ تھا۔ مل کے خیال میں برطانیہ یہاں تہذیب کا بول بالا کر سکتا تھا۔ اس

2019-20

مقصد کے لیے یوروپی طور طریقوں، فنون اداروں مدد اور قوانین کا یہاں نفاذ لازمی تھا۔ مِل کا نظریہ دراصل یہ تھا کہ روشن خیالی اور سماج میں سچی مسرت کو یقینی بنانے کے لیے انگریزوں کے لیے ہندوستان کو فتح کر لینا لازمی تھا کیوں کہ انگریزوں کی مدد کے بغیر ہندوستانی اس ترقی کے اہل نہیں ہو سکتے تھے۔ برطانوی تاریخ کے اس تصور کے مطابق حکومت تہذیب و ترقی کی تمام قوتوں کی نمائندہ تھی اور اس سے پہلے کا دور تاریک دور تھا۔ کیا اس فکر کو آج کے زمانے میں تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

بہرحال کیا تاریخ کے کسی عہد کو ہم ہندو عہد یا مسلم عہد کا نام دے سکتے ہیں؟ کیا ان ادوار میں مختلف عقائد کے لوگ بیک وقت موجود نہیں تھے؟ آخر ہم کسی دور کو حکمرانوں کے مذہب سے کیوں وابستہ کریں؟ ایسا کرنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ عوام کی زندگی اور طور طریقوں سے ہم صرف نظر کر رہے ہیں۔ یہ بات نظر انداز کرنے کی نہیں ہے کہ قدیم ہندوستان میں بھی تمام حکمراں ایک ہی عقیدے کے ماننے والے نہیں تھے۔

ادوار کی اس برطانوی تقسیم سے ہٹ کر مؤرخین نے عام طور پر تاریخ کو 'قدیم'، 'وسطیٰ' اور 'جدید' ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ اس تقسیم میں بھی مسائل پیدا ہوئے ہیں کیوں کہ یہ فکر بھی مغربی ادوار کی تقسیم سے مستعار ہے۔ اس میں عہد جدید کو تمام تر ترقیات، جدید کاری، سائنس، عقلیت، جمہوریت، آزادی اور مساوات سے جوڑ دیا گیا ہے۔ عہد وسطیٰ کا سماج ان تمام جدید ترقیاتی نعمتوں سے محروم تھا۔ اپنے مطالعے کے زمانے کو بیان کرنے کے لیے کیا جدید زمانے کی اس طرز تقسیم کو ہم بلا کسی تنقید کے قبول کر سکتے ہیں؟ جیسا کہ آپ اس کتاب میں دیکھیں گے کہ انگریزوں کے عہد حکومت میں عوام مساوات اور آزادی کے حامل نہیں تھے اور نہ ان کا دور معاشی افزائش اور ترقی کا دور تھا۔

اسی لیے بہت سے مؤرخین نے اسے 'نوآبادیاتی' عہد کا نام دیا ہے۔

نوآبادیات سے کیا مراد ہے؟

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے کہ انگریزوں نے مقامی راجاؤں اور نوابوں کو کس طرح کچل کر ملک کو فتح کیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔ آپ دیکھیں گے کہ کس طرح انھوں نے سماج اور ملکی معیشت پر قبضہ کیا، اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے محاصل پر تصرف کیا۔

© NCERT not to be republished
2019-20

اپنی ضرورت کی اشیا کوڑیوں کے مول خریدیں اور غلے کی برآمد کے لیے زراعت پر قبضہ حاصل کیا۔ ان سب باتوں کے نتیجے میں راہ پانے والی تبدیلیوں کو بھی آپ سمجھ سکیں گے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ برطانوی اقتدار نے یہاں کی تہذیبی اقدار، لوگوں کے ذوق اور معاشرے کے رسم و رواج میں کیا تبدیلیاں پیدا کیں۔ جب کسی ملک کو اس طرح زیرِ دست کیا جائے کہ تمام سیاسی، معاشی، سماجی اور تہذیبی قدریں بدل کر رکھ دی جائیں تو اس عمل کو ''نو آبادکاری'' (Colonisation) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ بہر حال یہ دیکھیں گے کہ تمام طبقات میں تبدیلی کا عمل یکساں نہیں ہوا ہے۔

ہم یہ کیسے جانیں گے؟

گزشتہ ڈھائی سو سال کی ہندوستانی تاریخ لکھنے کے لیے مؤرخین کون سے ذرائع استعمال کرتے ہیں؟

انتظامیہ ریکارڈ فراہم کرتا ہے

ایک اہم ذریعہ برطانوی حکومت کے فراہم کردہ سرکاری ریکارڈ ہیں۔ انگریز تحریر کی اہمیت پر یقین رکھتے تھے۔ ہر حکم، منصوبہ، پالیسی، فیصلہ، معاہدہ اور تحقیق کو صاف طور سے لکھا ہونا چاہیے۔ کیوں کہ ایک مرتبہ تحریر میں آجانے کے بعد اس کے مطالعے اور اس پر بحث کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ اس یقین کی وجہ سے ایک انتظامی کلچر وجود میں آیا جس میں حکم ناموں، شذرات اور اطلاعات کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔

شکل 4- نیشنل آرکائیوز آف انڈیا (قومی آثار قدیمہ ہند) *1920* کی دہائی میں وجود میں آیا۔ جب نئی دہلی تعمیر ہوئی اس وقت نیشنل میوزیم اور نیشنل آرکائیوز (قومی عجائب گھر) دونوں وائسرائے کے محل ہی سے متصل تھے۔ اس سے انگریزوں کے لیے ان محکموں کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

ماخذ 1

محکمہ داخلہ کو دی گئیں رپورٹیں

1946 میں ہندوستان میں نو آبادیاتی حکومت رائل انڈین نیوی کے جہازوں میں پھوٹ پڑنے والی سرکشی کو دبانے کی کوشش میں تھی۔ مختلف بندرگاہوں کی طرف سے محکمہ داخلہ کو موصول ہونے والی رپورٹوں میں سے چند یہاں درج ہیں:

بمبئی: جہازوں اور ان کے نظام کو فوج کے قبضے میں دینے کے انتظامات مکمل کر لیے گئے ہیں۔ شاہی بحری بیڑا بندرگاہ سے باہر لنگرانداز ہے۔

کراچی: 301 باغیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ کچھ مزید جن پر گہری سازش کا شک ہے، جلد ہی گرفتار کر لیے جائیں گے............ تمام انتظامیہ.......... فوج کی نگرانی میں ہے۔

وشاکھاپٹنم: حالات مکمل طور سے قابو میں ہیں۔ کسی قسم کا کوئی تشدد نہیں ہوا۔ جہازوں اور انتظامیہ پر فوجی محافظین کا پہرہ بٹھا دیا گیا ہے۔ مزید کسی تشدد کا اندیشہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ کچھ افراد کام پر آنے سے انکار کر دیں۔

ڈائریکٹر آف اینٹلی جنس (محکمہ خفیہ) ہیڈ کوارٹر، انڈیا کمانڈ، حالات کے بارے میں رپورٹ نمبر 7۔ فائل نمبر 5/21/46 داخلہ (پولیٹیکل) حکومت ہند۔

© NCERT not to be republished

انگریز یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اہم دستاویزات اور خطوط کی مکمل حفاظت ہونی چاہیے۔ اس لیے انھوں نے تمام انتظامی دفاتر میں ریکارڈ روم کا ایک شعبہ قائم کیا۔ گاؤں میں تحصیل دار، کلکٹری (ضلعی)، کمشنری صوبائی سیکریٹریٹ اور عدالتوں میں دستاویزات کے تحفظ کے لیے شعبے قائم کیے۔ اہم دستاویزات کے خصوصی تحفظ کے لیے آثارقدیمہ کے محکمے اور میوزیم قائم کیے گئے۔

آثارقدیمہ کے میوزیم میں وہ خطوط اور حکم نامے آج بھی ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں جو ایک انتظامی دفتر سے دوسرے انتظامی دفتر کو انیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں بھیجے گئے تھے۔ ضلعی اہل کاروں کے تیار کیے ہوئے شذرات اور رپورٹیں یا احکام اور ہدایت نامے جو صوبائی حکومتوں کے اعلیٰ افسران کی طرف سے صوبائی منتظمین کے لیے جاری کیے گئے تھے، آپ آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔

انیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں ان دستاویزات کو احتیاط کے ساتھ نقل کیا جاتا اور خطاطوں کے ذریعے نہایت خوبصورت انداز میں لکھا جاتا تھا۔ انیسویں صدی کے وسط میں چھاپہ خانے کی ایجاد کے بعد حکومت کے تمام محکموں کی کارروائیوں کی دستاویزات کی بہت سی نقول طبع ہوئیں۔

شکل 5-
شریفہ کا پودہ،
1770 کی دہائی

انگریزوں کے تیار کیے ہوئے نباتاتی باغ (بوٹانیکل گارڈن) اور ان کی قائم کی ہوئی طبعی اشیا کی نمائش گاہ (نیچرل ہسٹری میوزیم) نے پودوں کے نمونے جمع کیے اور ان کے استعمالات کی تفصیل معلوم کی۔ مقامی مصوروں سے ان نمونوں کی تصویریں بنوائی گئیں۔ مورخین اب اس بات کی تحقیق کر رہے ہیں کہ یہ اطلاعات کیسے فراہم کی گئیں، نیز یہ کہ یہ اطلاعات نوآبادیاتی نظام کے کس ذہن کو آشکارا کرتی ہیں۔

پیمائش (Survey) کی اہمیت

نوآبادیاتی نظام میں پیمائش کا کام عمومی طور سے ہوا۔ انگریز اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ کسی ملک پر اقتدار قائم رکھنے کے لیے اس ملک سے مکمل واقفیت ہونی چاہیے۔

انیسویں صدی کی ابتدا میں پورے ملک کی تفصیلی پیمائش کا کام انجام دیا گیا۔ گاؤں کی آمدنی کا حساب لگایا گیا۔ مقامات اور زمینوں کی تفصیلات، نباتات اور حیوانات، مقامی روایات، زراعت کے طریقے اور تمام حقائق سے واقفیت حاصل کی گئی جس سے کسی علاقہ کے انتظام میں مدد حاصل ہو۔ انیسویں صدی کے اختتام سے ہر دس سال کے بعد مردم شماری کی جانے لگی جس سے ہندوستان کے تمام صوبوں میں افراد کی تعداد ذات، مذہب اور پیشوں کی تفصیلات حاصل ہوئیں۔ ان کے علاوہ بھی اور کئی طرح کے تحقیقی جائزے ہوئے جیسے نباتاتی، حیاتیاتی، آثاری (آرکیالوجیکل)، انسانی اور جنگلاتی سروے۔

2019-20

دفتری ریکارڈوں سے کیا معلوم نہیں ہوتا

دستاویزات کے اس انبار سے ہمیں بہت سی باتوں کا علم ہوتا ہے لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ سب سرکاری کی دستاویزات ہیں۔ یہ دستاویزات ہمیں بتاتی ہیں کہ اس وقت کے اہل کار کیا سوچتے تھے ان کی دلچسپی کن چیزوں میں تھی اور آئندہ نسلوں کے لیے وہ کون سی چیزیں محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ یہ دستاویزات ہمیں یہ سمجھنے میں ہمیشہ مدد نہیں کرتیں کہ ملک کے دوسرے لوگ کیا محسوس کر رہے تھے اور ان کے افعال کے پیچھے کیا مقاصد پوشیدہ تھے۔

اس کے لیے ہمیں دوسری طرف بھی دیکھنا پڑے گا۔ جب ہم دوسرے ذرائع کو تلاش کرتے ہیں تو وہ کثیر تعداد میں ہمیں مل جاتے ہیں۔ حالاں کہ دفتری ریکارڈ حاصل کرنے کے مقابلے میں ان کا حصول دشوار ہوتا ہے۔ ہمیں لوگوں کے روز ناموں، زائرین اور سیاحوں کے سفرناموں، اہم شخصیات کی خودنوشت سوانح عمریوں اور مقامی بازاروں میں بکنے والی معمولی کتابوں میں انھیں تلاش کرنا پڑتا ہے۔ طباعت کے فروغ کے بعد اخبارات

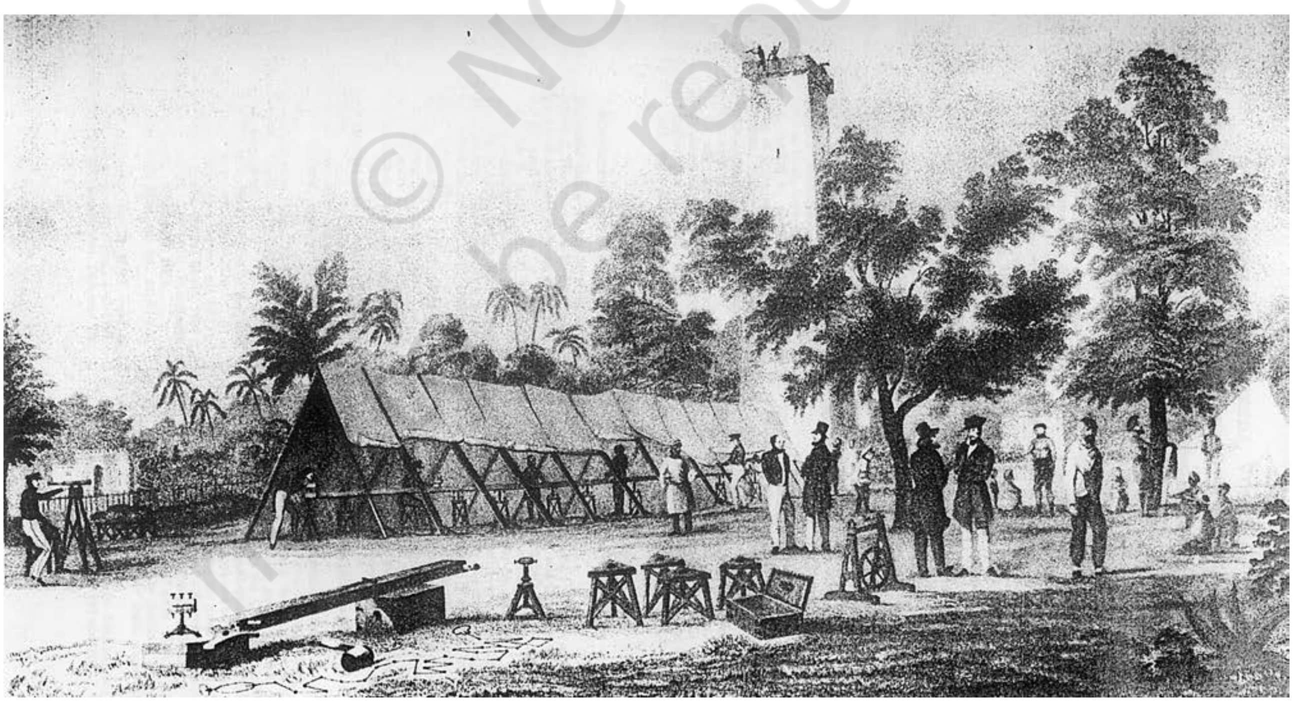

شکل 6 - بنگال میں نقشہ نویسی اور پیمائش کا کام۔ جیمز پرنسپ کی بنائی ہوئی تصویر، 1832
پیمائش میں استعمال ہونے والے سامنے رکھے ہوئے آلات اس کام کی سائنسی نوعیت کو نمایاں کرتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

شکل 7– 1857 کے باغی

اس تصویر کی شبیہوں کا بغور مطالعہ کیجیے کیوں کہ یہ بنانے والے کے نقطہ نظر کی عکاسی کرتی ہیں۔ زیرِ نظر تصویر 1857 کی بغاوت کے بعد انگریزوں کی بہت سی کتابوں میں ملے گی۔ اس کی زیریں تحریر میں آپ کو یہ عبارت ملے گی۔ ''غدار سپاہی لوٹ کے مال میں حصہ لگاتے ہوئے'' برطانوی فکر کے اعتبار سے غدار سپاہی حریص، بد اطوار اور خونخوار معلوم ہوتے ہیں۔ آپ اس بغاوت کے بارے میں پانچویں باب میں پڑھیں گے۔

شائع ہونے لگے اور مسائل پر لوگوں میں مباحثہ کا بھی آغاز ہو گیا۔ لیڈروں اور اصلاح پسندوں نے اپنے خیالات کو پھیلایا۔ شعرا اور ناول نگاروں نے اپنے احساسات کو قلم بند کیا۔

بہر حال یہ تمام ذرائع تعلیم یافتہ لوگوں کے خیالات ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم ان ذرائع سے تاریخ کے ان تجربات کو معلوم نہیں کر سکتے جو قبائلی افراد اور کسان، کان کن یا گلی کوچوں میں رہنے والوں کے تجربات ہیں۔ ان کی زندگی سے واقفیت حاصل کرنا ایک مشکل امر ہے۔

اگر تھوڑی سی کوشش کریں تو یہ کام بھی ہم کر سکتے ہیں۔ جب آپ یہ کتاب پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کام کو کیسے انجام دیا جا سکتا ہے۔

ماخذ 2

''انسانوں کے کھانے لائق نہیں''

اخبارات ملک کے مختلف علاقوں میں جاری تحریکات کی روداد بیان کرتے ہیں۔ ذیل میں 1946 میں کی گئی پولیس ہڑتال کی رپورٹ درج ہے۔

دہلی کے 2000 سے زیادہ پولیس والوں نے جمعرات کی صبح کو کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنی معمولی تنخواہوں اور پولیس لائنز کے باورچی خانوں سے فراہم کردہ خراب معیار کے کھانوں کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔

جیسے ہی یہ خبر دوسرے پولیس اسٹیشنوں تک پہنچی وہاں کے لوگوں نے بھی کھانے سے انکار کر دیا۔ احتجاج کرنے والوں میں سے ایک نے کہا: ''پولیس لائنز کچن سے فراہم کردہ غذا انسانوں کے کھانے لائق نہیں ہے۔ ہمیں جو دال اور چپاتیاں کھانی پڑتی ہیں، مویشی بھی انھیں کھانا پسند نہیں کریں گے۔''

ہندوستان ٹائمس
22 مارچ 1946

سرگرمی

ماخذات 1 اور 2 کو دیکھیے۔ کیا آپ کو ان کی رپورٹنگ کے انداز میں فرق محسوس ہوتا ہے؟ اپنے مشاہدے کو بیان کیجیے۔

تصور کیجیے!

تصور کیجیے کہ آپ ایک مورخ ہیں اور آپ کو معلوم کرنا ہے کہ آزادی کے بعد ایک دور افتادہ قبائلی علاقے میں زراعت میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اس تعلق سے مختلف ذرائع کی فہرست تیار کیجیے جن سے آپ یہ اطلاعات حاصل کرتے ہیں۔

دوہرائیے

1. بتائیے صحیح ہے یا غلط؟

(a) جیمز مل نے ہندوستان کی تاریخ کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہندو، مسلمان، عیسائی۔

(b) سرکاری دستاویزات ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہیں کہ ملک کے عوام کیا سوچتے ہیں۔

(c) انگریز سمجھتے تھے کہ تحقیقی جائزے ایک پر اثر نظام کے لیے ضروری ہیں۔

گفتگو کیجیے

2. جیمز مِل کی ہندوستان کی تاریخ کی تقسیم ادوار میں کیا دشواری آئی؟

3. انگریز سرکاری دستاویزات کا تحفظ کیوں کرتے تھے؟

4. پولیس رپورٹ کے مقابلے میں پرانے اخبارات کی رپورٹیں ایک مورخ کے لیے الگ حیثیت کیوں رکھتی ہیں؟

کر کے دیکھیے

5. کیا آپ آج کی دنیا میں پیمائش کی مثال سوچ سکتے ہیں؟ غور کیجیے کہ کھلونے بنانے والی کمپنیاں نوجوانوں کی کھیلوں میں دلچسپی کا اندازہ کیسے لگاتی ہیں یا حکومت اسکولوں میں نوجوانوں کی تعداد کا پتہ کیسے لگاتی ہیں؟ ان جائزوں سے ایک مورخ کیا نتائج اخذ کرسکتا ہے؟